

پاکستان کا مستقبل

سٹیفن پی۔ کوہن

ترجمہ: محمد اختر



پاکستان کا مستقبل

مصنف: سٹیفن پی کوہن

ترجمہ: محمد اختر

مشعل بکس

آرپی۔ ۵، سکینڈ فلور، عوامی کمپلکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔

۵۳۶۰۰ پاکستان

پاکستان کا مستقبل

سٹیفن پی۔ کوہن

اردو ترجمہ: محمد اختر

کاپی رائٹ اردو (c) 2011 مشعل بکس
کاپی رائٹ انگریزی (c) 2010 سٹیفن پی۔ کوہن

ناشر: مشعل بکس

آر۔ بی۔ ۵۔ سینئر فلور، عوامی کمپلکس، عثمان بلاک،
نیو گارڈن ٹاؤن لاہور 54600، پاکستان

فون و فیکس: 042-35866859

E-mail: mashbks@brain.net.pk

<http://www.mashalbooks.org>

فہرست

4	مصنف کے بارے میں
5	دیپاچ
6	تعارف
11	پاکستان 2011ء تک
14	مشرف: ایک اور ناکام جرنیل
20	آصف علی زرداری
25	2010ء تک کے رہنماء
37	متوسط طبقے یا میڈل کلاس کا تصور
83	منظرا نامہ اور نتائج
95	حاصل بحث
97	خطرے کے چھ اشارے
100	پالیسی: امید اور مایوسی کے درمیان
106	ضمیمه
120	حوالی

مصنف کے بارے میں

سٹیفن پی کوہن بروکنگز میں خارجہ پالیسی کے حوالے سے سینٹر فیلو ہیں۔ وہ یونیورسٹی آف الی نوائے میں سیاست اور تاریخ میں پروفیسر کے طویل کیریئر کے بعد 1998ء میں بروکنگز آئے۔ وہ اس سے پہلے فورڈ فاؤنڈیشن نی دہلی میں سکالران ریزیڈنس اور امریکی محکمہ خارجہ میں پالیسی پلائانگ کے رکن کے طور پر بھی کام کرچکے ہیں۔ وہ بھارت، جاپان اور سنگاپور کی یونیورسٹیوں میں بھی پڑھاچکے ہیں۔ وہ اس وقت نیشنل اکیڈمی آف سائنس کی کمیٹی برائے انٹرنشنل سیکورٹی اینڈ آرمز کنٹرول کے رکن ہیں۔ ڈاکٹر کوہن جنوبی ایشیائی سیکورٹی کے معاملات کے بارے میں گیارہ سے زائد کتب کے مصنف اور ایڈیٹر بھی ہیں۔ ان کی سب سے حالیہ کتاب ”آرمگ و آوث ایمنگ: انڈیا ماڈرنائز ایش ملٹری“ ہے جس کے شریک مصنف سینیل داس گتہ ہیں اور جس کا موضوع بھارتی فوج کی توسعہ ہے۔ ڈاکٹر کوہن یونیورسٹی آف شکاگو سے بچپن اور ماسٹری ڈگری کے حامل اور یونیورسٹی آف وسکنسن سے پی ایچ ڈی ہیں۔

دیباچہ

یہ اس وسیع تر منصوبے کا مرکزی مضمون ہے جس کا مقصد پاکستان کے وسط مدتی مستقبل کا جائزہ لینا ہے جو کہ اگلے پانچ سے سات سال (2012-2017) تک محيط ہے۔ منصوبے کے دیگر عوامل میں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں سابقہ پیش گوئیوں کا ایک خلاصہ اور میں 2010ء میں بیلا جیو اٹی میں واقع راک فیلر کا فرنٹ سنتر میں ایک درکشاپ کے لیے جمع کرائے گئے چودہ مضامین ہیں۔ مصنفوں سے کہا گیا کہ وہ چار ایسے عوامل کے با رے میں مختصر آپیان کریں جو کہ پاکستان کے مستقبل کی تشكیل میں کردار ادا کریں اور ان کے ممکنہ نتائج کے بارے میں کوئی قیاس کریں یہ مضمون اسی نمونے کے مطابق آگے بڑھتا ہے۔ حالیہ واقعات کے ایک مختصر خلاصے کے بعد یہ کئی عوامل کا تجزیہ کرتا ہے جن کو چار درجات میں تقسیم کیا گیا ہے اور پھر کئی متبادل مستقبلیاتی منظر نامے سامنے لاتا ہے۔ یہ اس مشق سے جنم لینے والے طریقیاتی مسائل کا جائزہ لیتا ہے اور پالیسی آپشن بالخصوص امریکہ، مغربی ممالک، جاپان اور بھارت پر بحث کرتا ہے۔

بروکنگز اس منصوبے کی اعانت کے لیے راک فیلر فاؤنڈیشن، کارنیگی کارپوریشن، یونائیٹیڈ سٹیشن انسٹی ٹیوٹ آف پیس اور نارو ٹکنیکن پیس بلڈنگ فاؤنڈیشن کا شکر گذار ہے۔ اس مضمون کے حصے کے کچھ حصے پہلے نارو ٹکنیکن پیس بلڈنگ فاؤنڈیشن (نوریف) میں پالیسی بریف کے طور پر سامنے آچکے ہیں۔ میں پاکستان کے نوجوان اور ابھرتے ہوئے سکالرز عظیمہ چیمہ اور ارم حیدر کا بھی اس منصوبے میں ان کی اعانت پر شکر گذار ہوں گے جن کی بصیرت قابل قدر ہے۔ کائنٹنینیو ٹاؤنیر کا بھی شکر یہ جنہوں نے اس مضمون کی حصی طور پر تیاری کے لیے بروقت مدد فراہم کی اور یو ایس آئی پی میں درکشاپ کے انعقاد میں بھی مدد کی جہاں بڑی تعداد میں موجود شرکاء کے رو برو ہماری تحقیق کے نتائج پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

مُثیفِن پی کوہن

تعارف

کم از کم چھ وجہات کے باعث پاکستان کا مستقبل اس کے پڑویں سے لیکر قریب و دور کے کئی ممالک کے لیے اہمیت کا حامل ہے:

☆ پاکستان ایک ایسی ملک ہے جس کا ائمہ پھیلاؤ کے حوالے سے ریکارڈ بہت خراب ہے۔

☆ پاکستان اپنی ریاستی پالیسی کے طور پر بھسایہ ملکوں میں جہادیوں اور عسکریت پسندوں کی سرگرمی کے ساتھ مدد کرتا ہے اور یورپ یہاں تک کہ دوست ملک چین میں سرگرم عسکریت پسندوں کے حوالے سے بھی اپنی آنکھیں بند رکھتا ہے یا پھر ان کی مخالفت کے حوالے سے بے بی کا اظہار کرتا ہے۔

☆ بھارت کے ساتھ اس کا شخص کے حوالے سے تنازعہ جاری ہے اور اس بات کا امکان ہے کہ آئندہ چند سالوں کے دوران دونوں ملکوں کے درمیان نئے بھرمان جنم لیں گے۔

☆ پاکستان کی معیشت کی حالت خراب ہے اور 2005ء کے زلزلے اور 2010ء کے سیلاں کے نتیجے میں ہونے والی تباہی کے باعث اور بھی بدتر ہو چکی ہے۔

☆ پاکستان کے آبادیاتی اشاریے خراب و کھدائی دیتے ہیں اور بدتر معاشی حالت کے باعث اور بھی بگڑ رہے ہیں۔ وہ وقت بیٹ گیا جب یہ ملک مذل انکم سٹیشن کے دروازے پر دستک دے رہا تھا۔

☆ پاکستان جنوب، جنوب مغرب اور سطحی ایشیاء کے لیے ایک بڑی پریشانی بن سکتا ہے اور بھارت کے پامن طریقے سے ابھرنے کے عمل کو بر باد کرنے کے علاوہ خلیج فارس

اور وسط ایشیائی خطوں کے عدم استحکام کی وجہ بن سکتا ہے۔

زوال پذیر سماجی اشاریوں، گرتے ہوئے انفارسٹ پکھرا اور فوج کی غلط ترجیحات کے باعث پاکستان گھری مشکلات میں گھرچکا ہے اور اگر خوش قسمتی سے یہاں پر بڑی تعداد میں باصلاحیت پاکستانی نہ ہوتے تو کوئی بھی پاکستان کو ایک ایسی ریاست قرار دینے میں تامل نہیں کرتا جو تیزی سے شدید زوال کی حالت میں ہو۔ یہ ایک اہم نکتہ ہے۔ پاکستانی ریاست کمزور ہو چکی ہے لیکن پاکستانی معاشرہ بہت باصلاحیت اور باہمتوں ہے اور صوبائی ثقافت اور باصلاحیت اشرافیہ کی صورت میں اس کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے تاہم یہاں پر آرزوؤں اور حقیقی کارکردگی کے درمیان فاصلہ بہت زیادہ ہے۔

پاکستان کے مستقبل کا جائزہ پیش کرنے والے سابق منصوبے محتاط انداز میں امید افزاء تھے اگرچہ کچھ ماحرین نے فیصلہ کن انداز میں مایوسی کا مظاہرہ کیا تھا۔ ضمیمہ میں اس بارے میں ایک روپرٹ شامل کی گئی ہے۔

یہ ضمیمہ ”دی آئینڈیا آف پاکستان“ کی بنیاد پر تیار کیا گیا ہے جس میں ایک پورا باب اس کے مستقبل کے بارے میں ہے۔ مجھے اس کتاب کا آخری جملہ لکھنے میں پورا ایک ہفتہ لگ گیا تھا کیونکہ مجھے اس کے لیے صحیح زبان تک پہنچنے میں بہت مشکل محسوس ہوئی تھی۔ میں نے لکھا تھا:

پاکستان کو مایوسی کی حد تک ایک ناکام ریاست قرار دینے سے پہلے، جیسا کہ اس کے نقاد سمجھتے ہیں، امریکہ کے لیے آخری موقع ہو گا کہ وہ اس بات کو یقینی بنائے کہ مشکلات میں گھری یہ ریاست خارجہ پالیسی کے ضمن میں اس عشرے کے آخری نصف تک امریکہ کے لیے سب سے بڑی مشکل نہ بن جائے۔

2006ء میں جبکہ پاکستانی صدر جزل پرویز مشرف امن کا نوبل انعام حاصل کرنے کے خواب دیکھ رہے تھے اس وقت بھی تشویش کے عوامل صاف دکھائی دے رہے تھے۔ اس بات کے واضح شواہد تھے کہ پاکستان ایک فیصلہ کن موڑ لے رہا ہے اور یہ کہ ایک اعتدال پسند، سیکولر اور قابل قبول ریاست کا حقیقی نظریہ رسائی سے باہر تھا اور یہ کہ کسی اور ہی قسم کا پاکستان امہراتا دکھائی دیتا تھا۔ جناح کے اعتدال پسند پاکستان کے خواب سے مکمل طور پر مایوس نہ بھی ہوا جائے تو بھی اب اس کا امکان دکھائی نہیں دیتا۔

کچھ پاکستانی اب اپنے ملک کے حوالے سے شدید مایوس دھائی دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ ایک سابق آرمی چیف جو کہ جرzel ضیاء الحق کا قریبی ساتھی رہ چکا تھا وہ پاکستان کے بارے میں جو لکھتا ہے اس سے پاکستان کی سیاسی اور سماجی زندگی کی ایک واضح تصویر سامنے آتی ہے:

پاکستان ایک زخم خورده قوم ہے جسے اس کے دوستوں اور دشمنوں دونوں نے زخمی کیا ہے۔ اس کا قومی جسم زغمون سے بھرا ہوا ہے جو اسے اس کے آمردوں اور جمہوریت پسندوں، بجھوں اور جرنیلوں، بیوروکریٹس اور میڈیا نے لگائے ہیں۔ کوئی بھی اس الزام سے مبرانہیں۔ ”آئینڈیا آف پاکستان“ میں تبادل مستقبل پر تبادلہ خیال ہے۔ جس میں ایک تو یہ ہو سکتا ہے کہ پاکستان میں اسلامیشنٹ کا غالبہ جاری رہے گا (ایک ایسی ریاست جہاں اگر جمہوریت نہیں تو جمہوری اقدار کو برقرار رکھا جائے گا) اور ایک ایسی ریاست ہوگی جس کے انفغانستان اور بھارت سے اگر اچھے نہیں تو مختکم تعلقات ہوں گے۔ پاکستان کے جو دیگر مستقبلیاتی مظہر نے ہو سکتے ہیں ان میں کھلمنکھلا طور پر فوج کی حکمرانی ہوگی یا ایک مکمل طور پر اسلامی ریاست ابھرے گی یا ایک بھرپور جمہوریت ہوگی۔ اس کے علاوہ ایک ایسے پاکستان کے امکانات کا جائزہ لیا گیا جس میں جنوب مغربی سرحدی صوبہ (اب خیر پختونخواہ)، سندھ، بلوچستان اور مہاجر غلبے کے حامل سندھ اور کراچی کے علاقے پنجاب سے الگ ہو جائیں گے۔ آخر میں خود پنجاب کے ٹوٹنے اور بھارت کے ساتھ ایک نئی اور بڑی جگہ کے امکانات پر بھی بحث کی گئی۔

مکمل تابعیت جو کہ ان تباہی سے نسلک کیے جاسکتے ہیں تو یہ سو فیصد تک ہو جائیں گے کیونکہ کچھ مستقبلیاتی مظہر نے ایک ساتھ یا یکے بعد دیگرے ابھر سکتے ہیں۔ ان مظہر ناموں کا کوئی خصوصی نام فرمی نہیں اور اس منصوبے میں شامل شرکاء کی اکثریت کا مانا ہے کہ چند سال تک انہائی نوعیت کے واقعات کا رونما ہونا خارج از امکان ہو سکتا ہے۔

پاکستان کی صورت حال کے حوالے سے بے یقینی قائم ہے اور پاکستان کی ریاست اور معاشرہ آج پہلے سے بھی زیادہ لاعلم ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ پاکستان میں فرستہ ہینڈریسرچ اس سے بھی کہیں زیادہ مشکل ہے جتنی کہ چند سال پہلے تک تھی۔

اس مضمون کا ایک حصہ ان چودہ مضامین پر مشتمل ہے جنہیں پاکستان کے امور کے

بارے میں ماہرین نے تحریر کیا ہے۔ یہ ماہرین یورپی، امریکی اور پاکستانی جگہ ان میں سے ایک بھارتی بھی ہے۔ ان سے کہا گیا کہ وہ پاکستان کے بارے میں ان عوامل کی شناخت کریں اور ان پر بحث کریں جو کہ پاکستان کے مستقبل کی تحلیل میں اہم ہیں اور پھر امکانی ترین منظر نامے پیش کریں۔ اس اپروج کا انتخاب شعبہ جاتی تحریيات (جیسے معیشت، پارٹی سٹم اور فوج) کے انتخاب سے لیکر مستقبل کے ممکنہ منظر ناموں کو سامنے لانے کی حوصلہ افراطی کی بنیاد پر کیا گیا۔ انہوں نے جو جواب دیے ان میں خاصاً تنوع تھا اور متعدد شراء نے ایک ہی قسم کی چیزوں اور عوامل کو مختلف انداز میں اجاگر کیا جو کہ بذات خود معلوماتی تھا۔ کچھ شرکاء کو مخصوص موضوع، مسئلے یا عامل پر فوکس کرنے کو کہا گیا۔ لہذا دستاویزات کمل طور پر قابل موازنہ نہیں۔

میں نے رحمات اور پیش گوئیوں کے ساتھ کسی قسم کے نمبر مسلک کرنے سے گریز کیا۔ تاہم زبان اور لب و لبجھ سے یہ طور پر بتانا چاہیے کہ موجودہ اسلامیہ مشتمل کے زیر غلبہ ریاست پر مشتمل مستقبلیاتی نقشہ کا سب سے زیادہ امکان ہے یا زیادہ ”کوزے میں دریا بند“ کرنا ہو تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ کئی قسم کے بدترین قسم کے حالات جنم لے سکتے ہیں اور اس بات کا امکان غالب ہو سکتا ہے کہ مستقبل زیادہ انتہا پسند اور ناخوشگوار ہو گا۔

میں اس حوالے سے پر اعتماد نہیں کہ امریکہ کے پاس پاکستان کو راہ پر لانے کے لیے ”ایک آخری موقع“ ہے تاہم 2003ء میں اگر یہ کہا بھی جاتا تو اس میں ”شاید“ کا اضافہ کر کے ہی اسے کسی قدر جواز دیا جاسکتا تھا۔ تاہم اس تحرییے کے پالیسی مضمرات واضح ہیں: ناکامی کے کیا نتائج ہوں گے اس کے بارے میں اس سے زیادہ جانتے ہیں کہ آیا ”ایک آخری موقع“ جیسی کوئی صورت حال پیدا ہوگی۔ لہذا اچھے کی امید کے ساتھ کوشش کرنا بہت ضروری ہے۔ ناکامی کوئی آپشن نہیں۔ چاہے یہ پاکستانیوں اور بیرونی طاقتوں کی تمام کوششوں کے باوجود وقوع پذیر ہو جائے۔ عمومی طور پر جو سوال پوچھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان کدھر جا رہا ہے جبکہ اصل سوال یہ ہے کہ آیا پاکستان کہیں جا بھی رہا ہے: موجودہ یہاں نی اور بے چینی سے کس قسم کا پاکستان ابھرے گا۔ حالیہ واقعات بالخصوص سلمان تاشیر کے قتل سے اس بات کی عکاسی ہوتی ہے کہ پاکستان ایک مریبوط اور بامقصدر ریاست کے طور پر زوال کی طرف گامزن ہے۔

میں ذاتی طور پر متنا چاہتا ہوں کہ میں 1964ء سے پاکستان کا مطالعہ اور 1978ء سے اس کا باقاعدہ دورہ کرتا رہا ہوں لیکن میں وہاں ایک وقت میں کبھی ایک ماہ سے زیادہ نہیں رہا۔ یہ مضمون میں 2010ء میں ایک ڈرافٹ کی صورت میں لکھا گیا لیکن پھر ستمبر اور اکتوبر 2010ء میں پاکستان اور بھارت کے ایک طویل دورے کے بعد اس پر خاطر خواہ نظر ثانی کی گئی۔ لہذا معاشرے اور کلچر کے حوالے سے میرا تاثر محدود ہے تاہم مجھے امید ہے کہ یہ خاصا درست ہے کم از کم ان فوری ماهین کے مقابلے میں جو گذشتہ چار پانچ سال کے دوران پاکستان کے بارے میں خاصا کچھ لکھے چکے ہیں۔ میرا زیادہ تر انحصار پاکستانی دوستوں اور ساتھیوں پر رہتا ہم یہ لوگ بھی پاکستان میں جاری حالیہ رہنمائیات اور تبدیلیوں کے بارے میں کوئی تسلی بخش وضاحت کرنے میں مشکل پاتے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ اس سندھی سے کوئی ناراض نہیں ہوگا اور اس سلسلے میں میں آرٹر کوئسلر کا مقولہ پیش کروں گا کہ اگر طویل مدتی فائدے کے طور پر دیکھا جائے تو کڑوا چجیٹھے جھوٹ سے بہتر ہوتا ہے۔ جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے تو یہاں پر بہت سے جھوٹ پھیلے ہوئے ہیں چاہے انہیں امریکیوں نے پھیلایا ہو یا پاکستانیوں و دیگر نے، اور اب وقت آگیا ہے کہ کڑوے چجیٹھے کا سامنا کیا جائے۔

پاکستان 2011 تک

پاکستان موجودہ حالت تک کیسے پہنچا؟ پاکستان کو وجود میں لانے کا بنیادی مقصد یہ تھا کہ انگریز دور کے ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ایک علیحدہ ملک قائم کیا جائے جہاں وہ ہندوؤں کے جبر کے بغیر محفوظ زندگی گذار سکیں۔ کچھ لوگوں کے لیے تو یہ ٹھیک تھا تاہم یہ تعداد برصغیر کے تمام مسلمانوں کے نصف سے بھی کم تھی اور امر حیرت یہ تھا کہ شہابی ہندوستان کے متوسط طبقے کے مسلمانوں جنہوں نے تحریک پاکستان کی قیادت کی تھی بعد میں وہ انہی لوگوں کے ساتھ کھڑے تھے جن میں کسی نئی ریاست کے قیام کے حوالے سے بہت کم جوش تھا۔ کچھ لوگ تو خصوصی طور پر کسی اسلامی ریاست کے قیام کے ہی مخالف تھی۔

قیام پاکستان کے ایک عشرے بعد ہی فیلڈ مارشل ایوب خان جو بعد میں صدر بن گیا اس نے پاکستان کے پہلے اصلاحاتی پروگرام کا آغاز کیا۔ نظم و ضبط، گائیڈ جمہوریت اور مارکیٹ اکاؤنٹی (جس میں فلاح و بہبود اور تعلیم کے بہت کم موثر سرمایہ کاری تھی) نے تیز معاشی گروہ کے لیے ایک فریم و رک فراہم کیا اور اس سے سیاسی استحکام نے بھی جنم لیا۔ ایوب خان کو ان تجربات میں بعض رکاوٹوں کا بھی سامنا رہا جن میں سے ایک بھارت کے ساتھ 1965ء میں ہونے والی ناکام جنگ بھی تھی۔ اس کے نتیجے میں ایوب خان کی جگہ بیکی خان نے لے لی جو بڑھتی ہوئی بے چینی پر قابو نہ پاسکا۔ مشرقی پاکستان میں بغاوت ہو گئی اور 1971ء میں بھارت کی مدد سے وہ پاکستان سے الگ ہو کر بگلدہ دیش بن گیا۔ پاکستان میں اصلاحات کا اگلا مرحلہ مختصر رہا۔ اس کی قیادت کرشماقی لیڈرز و لفقار علی بھٹو کے پاس تھی جس نے بیک وقت پاکستانی فوج پر کنٹرول حاصل کرنے، خارجہ پالیسی اور

سکیورٹی پالیسی میں تنواع لانے، ایٹھی ہتھیار تیار کرنے اور اسلام اور سو شلزم کی بنیاد پر ایک معاشری سسٹم لانے کی کوشش کی۔ بھٹو کو ایوب اور یحییٰ سے بھی زیادہ شدید ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اسے ایک متنازعہ مقدمے میں پھانسی دے دی گئی جس کی منصوبہ بندی جزل ضیاء الحق نے کی تھی۔ ضیاء الحق نے اسلام کا نعرہ بلند کیا۔ امریکی سرپرستوں اور ساتھ ہی چین اور سعودی عرب کی مدد سے اس نے تیسرا اصلاحاتی پروگرام شروع کیا اور اسلامائزیشن اور ایٹھی ہتھیاروں کی طرف توجہ دی۔ اس نے پاکستان کے سولیین اداروں بالخصوص عدالتوں کو مزید نقصان پہنچایا۔ ضیاء الحق اپنے پیش روؤں کے مقابلے میں زیادہ زیرک تھا تاہم وہ مذہبی جنونی بھی تھا لیکن افغانستان سے سوویت یونین کی افواج کو نکالنے کے لیے مجاہدین کی مدد کے حوالے سے اسے غیر ملکی حمایت بھی حاصل تھی۔

ضیاء الحق کی موت کے بعد 1989ء سے 1999ء کے درمیان بینظیر بھٹو اور نواز شریف باری باری حکومتوں میں رہے جو ایک ایسا عشرہ تھا جس میں جمہوریت کی حالت ٹھیک نہ تھی۔ درحقیقت نوے کے عشرے کو ”گمشدہ عشرہ“ کے طور پر یاد کیا جاتا ہے جس کی وجہ اس دور میں معاشری گروہوں بہت کم تھی اور دیہاتوں اور شہروں میں غربت میں بہت اضافہ ہوا تھا۔ اسی کے عشرے میں جہاں گروہوں کی شرح 6.5 فیصد تھی تاہم نوے کے عشرے میں ریتل جی ڈی پی گروہ کم ہو کر 4.6 ہو گئی تھی۔

بینظیر اور نواز شریف فوج اور اٹلی جنس ایجنسیوں، جو کہ ضیاء الحق کے دور میں مقامی سیاست میں بہت دخیل ہو چکی تھیں، کی مداخلت کے بغیر حکومت کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ فوج کا خیال تھا کہ وہ رونج پاکستان کی اصل محافظ ہے اور وہ بھارت سے درپیش خطرات اور پیرونی طاقتوں بالخصوص امریکہ، سعودی عرب اور چین کی حمایت حاصل کرنے کے معاملے کو سایستدانوں سے زیادہ بہتر انداز میں جانتی ہے۔ نوے کی دہائی جسے جمہوریت کا عشرہ بھی کہتے ہیں اس میں بینظیر اور نواز شریف کل چار مرتبہ وزیر اعظم رہے۔ اس دور میں پریس حکومتی سنر شپ سے آزاد تھی جس کا کریڈٹ بینظیر کو جاتا تھا اور اکانوئی کو لبر لائز کرنے کے حوالے سے جو اقدامات کیے جا رہے تھے ان کا کریڈٹ نواز شریف کو ملتا تھا تاہم یہ دونوں حکمران بڑھتی ہوئی اسلامی تحریکوں پر قابو پانے میں ناکام رہے اور نہ ہی اس ریاستی نظام کی مرمت کر سکے جو گذشتہ تین سال کے دوران بہت کمزور ہو چکا تھا، نہ ہی

دونوں فوج سے سول اختیارات واپس لینے میں کامیاب ہو سکے جو کہ ان دونوں پاکستانی ایکشن میں فکسنگ کے حوالے سے بہت پچیدہ نوعیت اختیار کر چکے تھے۔ بے نظیر نے تعلیم میں سرمایہ کاری کی تاہم ریاست ان کی پالیسیوں کے نفاذ میں ناکام رہی جبکہ گھوست سکولوں کا پتہ چلانے کے لیے نواز حکومت کو فوج کی مدد لینا پڑی۔ گھوست کمپیوٹر ز کا ایک مسئلہ بھی سامنے آیا جو کہ سکولوں اور دیپہاتوں میں بڑے پیمانے پر کمپیوٹر تقسیم کرنے کا منصوبہ تھا اور جن کا بے نظیر متعدد بارہ تذکرہ بھی کرچکی تھیں..... اگرچہ یہ محض کاغذوں میں تھا۔

مشرف : ایک اور ناکام جرنیل

جزل مشرف نے 1999ء میں ایک پر امن بغاوت کے تیجے میں اقتدار پر بغضہ کرنے کے بعد پاکستان میں اصلاحات کا چوتھا دور شروع کیا۔ مشرف نے شمیر کے کارگل ریجن کے راستے بھارت پر سیاسی اور فوجی سطح پر حملہ کرنے کا مہلک فیصلہ کیا اور پھر اس ناکامی کا الزم نواز شریف پر عائد کر دیا۔ اس نے دیکھا کہ سیاستدانوں نے اپنی باری لے لی ہے اور دس سال کی ناکام جمہوریت میں وہ پاکستان کی معیشت کو بہتر نہیں بنانے کے اور نہ ہی ملک کی سماجی اور سیاسی صورت حال میں کوئی بہتری لاسکے ہیں۔ مشرف جو ابھی تازہ دم تھے انہوں نے مجھے کہا تھا کہ وہ اس مرتبہ ملک کے کرپٹ اور نااہل سیاستدانوں اور افسرشاہی کو درست کر دیں گے اور آرمی کی مدد سے پاکستان کو درست راستے پر لے آئیں گے۔ انہوں نے اس تجویز کو مسٹر دکر دیا تھا کہ کرپٹ یا نااہل سیاستدانوں کو ہٹا دیا جائے اور یہ کہ نئے ایکشن کرائے جائیں اور نوجوان اور اہل سیاستدانوں کی نئی کھیپ سامنے لائی جائے (میرا کہنا یہ تھا کہ جمہوریت کے قیام میں وقت لگے گا اور سیاستدانوں کو اس بات کی اجازت دی جائے کہ وہ غلطیاں کریں اور ان سے سبق یکھیں)۔ مشرف ان میں سے کوئی بات ماننے پر تیار نہ تھے اور وہ اس حوالے سے پراعتماد تھے کہ فوج کی مدد کے ساتھ وہ پاکستانی ریاست اور قوم کے لیے اصلاحات کی ایک اور مہم شروع کر سکتے ہیں۔ ان کی اندر وہی اصلاحات کی ایک جھلک ذیل میں پیش خدمت ہے:

☆ مالی اور انتظامی اختیارات کی اصلاح کو منتقلی، اس سے صوبوں کے اختیارات میں مزید